اُردو رسم الخط

اس عنوان سے اڈیٹر برہان نے دہلی کے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن سے ایک تقریر براڈکاسٹ کی تھی اب اُس کو کسی قدر ترمیم و تنسیخ کے ساتھ برہان میں شائع کیا جاتا ہے۔ "برہان"

آج کل ہندوستانی زبان کے لیے ایک رسم الخط کی تجویز کا مسئلہ نہایت اہم ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستانی زبان کا رسم الخط اُردو ہونا چاہیے اور اس سلسلہ میں میرے دلائل یہ ہیں:۔

(۱) رسم الخط کے مسئلہ کو طے کرنے سے قبل ہم کو پہلے ہندوستان کی ملکی زبان کا مسئلہ طے کرنا ضروری ہے۔ اس کو قریب قریب تسلیم کرلیا گیا ہے کہ ہندوستان کی قومی زبان وہی ہونی چاہیے جو مسلمانوں اور ہندوؤں کے ربط ضبط سے اسی طرح وجود میں آئی ہے جس طرح انگلستان میں سیکسن اور فرانسیسی کی ملاوٹ عمل میں آئی۔ تلسی داس کی رامائن والی اور خانخانان کے دوہوں والی زبان آج کہیں نہیں بولی جاتی، لیکن مسلمانوں اور ہندوؤں کے میل جول سے جو زبان پیدا ہوئی تھی وہ آج بھی ہندوستان میں رائج ہے اور کلکتہ، بمبئی، یوپی، بہار، پنجاب، ناگپور۔ ان میں سے ہر مقام ہر شہر اور دیہات میں بولی اور سمجھی جاتی ہے کہیں کہیں لب ولہجہ کا فرق ہے، مگر زبان میں بنیادی فرق کوئی نہیں۔ یہ زبان ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد کی یادگار ہے۔ فرقہ وارانہ حیثیت سے پاک وصاف ہے اس لیے اس کو ہی ہندوستان کی قومی زبان ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو نے پنجاب کی لٹریری لیگ میں ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے صاف لفظوں میں کہا تھا۔

"جدید ہندوستان کے مسائل حاضرہ کو صحیح طور سے سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم لوگ مغل عہد حکومت کا گہرا مطالعہ کریں۔ یہ عہد ہندوستان کی تمدنی وحدت اور سیاسی توحید کا اصلی پیدائشی زمانہ ہے۔ اور اس دور میں مسلمان علماء و فضلاء ہندوؤں کی علمی و مذہبی زبان سنسکرت میں شعر کہتے تھے اور بھاشا پر زبردست قدرت کا ثبوت دیتے تھے۔ اور ہندو علماء و فضلاء فارسی میں نظم لکھتے تھے۔ رفتہ رفتہ دونوں قوموں کے ذہنی ملاپ اور تمدنی اختلاط سے ایک خالص ہندوستانی تہذیب پیدا ہوئی اور خالص ہندوستانیت کے خیالات کا ذریعۂ اظہار بھی ایک نئی زبان کی شکل میں پیدا ہوا، یہ نئی زبان اُردو ہے جو ہندوستان کے تمدنی اور سیاسی اتحاد کا بنیادی پتھر ہے۔

اب آئیے رسم الخط کے مسئلہ پر غور کریں۔ یہ مسلم ہے کہ ہر ملک کا رسم الخط اُس مُلک کی مروجہ زبان کی ضرورت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ چینی اور جاپانی رسم الخط میں بعض الفاظ و نقوش کچھ خاص آوازوں کو ادا کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں جن کے مقابل کوئی نقش آپ کو دوسری زبانوں میں نہیں ملیگا۔ انگریزی میں X کو ملاحظہ فرمائیے۔ بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ حرف S.K کی مرکب آواز دیتا ہے اور اس لیے زائد ہے۔ لیکن غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ S.K کی مرکب آواز X کی آواز سے ایک حد تک مختلف ہے عربی زبان میں ڑ، ڈ، ٹ، پ، چ، ژ، گ وغیرہ حروف نہیں ملتے اور اسی طرح سنسکرت میں ز، ذ، ظ وغیرہ حروف نہیں پائے جاتے۔ یہ ہے وہ اصل جس کے باعث کسی زبان کا رسم الخط عالم وجود میں آتا ہے اور پھر تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ اُس میں بھی اصلاحات و ترمیمات ہوتی رہتی ہیں۔

آج ہم کو جس زبان کے لیے رسم الخط کی ضرورت ہے وہ ہندوستانی زبان ہے جو مختلف

زبانوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں عربی، فارسی کے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں، اور سنسکرت و انگریزی کے بھی۔ اس لیے اُس کا رسم الخط وہی ہونا چاہیے جس میں ان تمام زبانوں کے مختلف حروف کی آوازوں کو ادا کرنے کی صلاحیت ہو۔ اور وہ اُردو رسم الخط ہے جس کو ہم بعینہ فارسی رسم الخط نہیں بلکہ اُس کی ایک ترقی یافتہ یا ترمیم شدہ شکل کہہ سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ ہندستانی زبان بحیثیت ایک علمی زبان کے اپنی روایات قدیم کے ساتھ اُسی وقت تک باقی رہ سکتی ہے جب تک کہ اُس کا رسم الخط اُردو ہو، ورنہ اگر رومن رسم الخط یا ہندی رسم الخط کو اختیار کیا جائے تو یہ بات باقی نہ رہیگی۔ کیونکہ پھر آپ کو بہتیرے الفاظ کی قطع برید کرنی ہوگی۔ بہتیرے الفاظ کم کرنے ہونگے، بہتیرے الفاظ ایسے ہونگے کہ اُن کے معنی کچھ سے کچھ سمجھ میں آجائینگے۔ مثلاً ایک لفظ ہے "حول" بمعنی گردش، طاقت اور دوسرا لفظ ہے "ہول" بمعنی خطرہ اور خوف۔ اب اگر اس کو رومن میں لکھیے تو Houl لکھا جاتا ہے دونوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہیگا۔ یہی حال ثواب بمعنی اجر اور صواب بمعنی درست کا ہے۔

پھر رسم الخط کے بدل جانے کی صورت میں الفاظ کا تلفظ بھی کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے اور وہ زبان اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہتی۔ لاطینی زبان کو دیکھیے، رومیوں کی زبان تھی رومی سلطنت فنا ہوگئی اور موجودہ یورپین سلطنتیں قائم ہوئیں تو انہوں نے اپنی زبانوں کے لیے لاطینی زبان کے رسم الخط کو ہی اختیار کیا لیکن رسم الخط کی یکسانیت کے باوجود انگریزی زبان کا تلفظ اور تھا فرنچ کا اور، اطالوی زبان کا تلفظ اور تھا اور جرمنی زبان کا اور۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصل لاطن زبان فنا ہوگئی اور بجز چند کتابوں کے اُس کا وجود کہیں نظر نہیں آتا۔

پس آپ کو فیصلہ یہ کرنا ہے کہ اُردو زبان باقی رہنی چاہیے یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اُس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ آپ اردو رسم الخط کی بھی حفاظت کریں، ورنہ اس کو

چھوڑ کر دیوناگری یا رومن رسم الخط اختیار کرنا اور زبان سے اُردو کی حمایت کا دعویٰ کرتے رہنا شعوری یا غیر شعوری طور پر اردو زبان کی ہی مخالفت کرنا ہے۔

اس کے علاوہ اُردو رسم الخط میں کئی خوبیاں ایسی ہیں جو کسی دوسرے رسم الخط میں نہیں مثلاً

(۱) یہ جگہ اور وقت کم لیتا ہے۔ جو عبارت اردو رسم الخط میں ایک صفحہ میں لکھی جائیگی وہ ہندی اور رومن رسم الخط سے ڈیڑھ صفحہ میں آئیگی۔

(۲) اردو رسم الخط کے حروف چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اس لیے اُس کے کسی ایک لفظ پر نگاہ پڑتے ہی آپ فوراً اُس کا تلفظ کر سکتے ہیں، لیکن ہندی اور رومن میں یہ بات نہیں ہے۔ اُس کے لیے آپ کو پوری ایک لائن کی لائن دیکھنی ہوگی۔

(۳) ہندوستانی زبان میں مختلف زبانوں کے الفاظ داخل ہیں اور وہ ایسے گھل مل گئے ہیں کہ اب اُن کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ان الفاظ کی آوازیں بھی مختلف ہیں۔ اور ان آوازوں کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کے لیے وہی نقوش کام دے سکتے ہیں جو ہم کو اُردو رسم الخط نے دیے ہیں۔

(۴) اُردو میں اکثر موقعوں پر محض اضافت سے کام نکل آتا ہے مثلاً نقشِ نازِ بتِ طناز میں جو ناز کی اضافت طناز کی طرف ہو رہی ہے تو یہاں زیر ایک لفظ کی قائم مقامی کر رہا ہے ہندی میں اگر اس کو لکھا جائیگا تو یار لکھنا ضروری ہے۔

(۵) تعلیم کی سہولت کے اعتبار سے دیکھا جائے تب بھی اُردو کو فوقیت ہے۔ اُردو میں کل ۳۷ حروف تہجی ہیں کسی تختی یا کاغذ کے چار رُخ ہو سکتے ہیں ا ب ۔ اور نقطے کی تین شکلیں . .. ... اُردو کے تمام حروف تہجی ان ہی چار قسم کی لکیروں اور نقطوں سے مرکب ہیں، اس لیے بڑی آسانی سے سمجھ میں آ سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف ناگری رسم الخط میں سب سے پہلے حروف

علت سکھائے جاتے ہیں۔ جن کی شکلیں الجھی ہوئی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد حروف صحیح یاد کرائے جاتے ہیں جن کی تعداد ۳۷ اصلی اور پانچ منقوط جدید حروف ایک دوسرے سے اس قدر مختلف الشکل ہیں کہ یادداشت کے لیے اُن کی گروپ وار تقسیم ممکن نہیں۔

(۶) اُردو رسم الخط سیدھے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی طرف لکھا جاتا ہے فطرت کی رفتار کے مطابق ہے۔ اس کے برخلاف ناگری یا رومن رسم الخط بائیں جانب سے داہنی جانب کی طرف لکھتے ہیں۔

(۷) رومن رسم الخط کی حمایت میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے اختیار کرنے سے اُردو ہندی کا جھگڑا ختم ہو جائیگا، اور دوسرے مغرب کی مہذب و متمدن قوموں کے ساتھ یگانگت پیدا ہو جائیگی، لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں۔ آج یورپ کے ممالک میں رسم الخط مشترک ہے لیکن یگانگت کا کہیں نام ونشاں بھی نہیں۔ انگلستان، جرمنی، فرانس، اٹلی اور ترکی میں ایک ہی رسم الخط ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ان سب میں واقعی یکجہتی ہے۔ اور رہا اس کو اختیار کر کے اُردو ہندی کے جھگڑوں کو ختم کر دینا، تو معاف کیجیے یہ دوا تو وہی ہے جس سے نہ مرض رہے اور نہ مریض۔ پھر اس سے کیا حاصل۔

(۸) رومن کی حمایت میں دوسری دلیل یہ دیجاتی ہے کہ اُردو میں بعض حروف ایسے ہیں جن کی آواز مشترک ہے۔ مثلاً س، ص۔ ط، ت۔ ذ، ز، ظ، ض وغیرہ۔ ان کی یکسانی کی وجہ سے املا میں بڑی غلطیاں ہوتی ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ان حروف کی آوازوں میں یکسانی سہی لیکن درحقیقت یہی ہماری شاعری، وسعت خیال، اور وسعت طرز بیان کی بنیاد ہیں۔ اگر ان یکساں آوازوں والے حروف کو مٹا کر صرف ایک ہی لفظ رکھ دیا جائے تو زبان بہت محدود ہو جائے اور وہ مزا جاتا رہے۔ رہی املا کی غلطیاں تو اگر یہ غلطیاں کسی معمولی لکھے پڑھے سے

صادر ہوتی ہیں تو ہم اُس سے باز پُرس نہیں کرینگے لیکن اگر کسی قابل اور لائق آدمی سے یہ سرزد ہونگی تو ہم اُس کا مذاق ایسا ہی اُڑائینگے۔ جیسا کہ کوئی بی اے پاس فزکس کو بجائے Physics لکھنے کے Fizks یا گڈ کو Good لکھنے کے بجائے Gud لکھ دے۔

(۹) اُردو رسم الخط پر ایک اعتراض یہ ہے کہ اُس میں بعض حروف ایسے ہیں جو لکھے تو جاتے ہیں مگر بولے نہیں جاتے۔ مثلاً بالکل کا الف خورشید کا واو۔ عبدالرحمٰن کا الف اور لام لیکن کیا انگریزی زبان میں اس قدر ترقی یافتہ ہونے کے باوجود یہ عیب نہیں پایا جاتا۔ ہم کہتے ہیں Eate, Write, Psycology, Bridge, Fight وغیرہ وغیرہ۔ پھر اُردو اور انگریزی میں فرق یہ ہے کہ اُردو میں اگر اس طرح کے کچھ حروف زائد ہوتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی قاعدہ کے ماتحت ہوتے ہیں برخلاف انگریزی حروف کے کہ اُن کے لیے کوئی قاعدہ ہی نہیں۔

(۱۰) اردو رسم الخط پر یہ اعتراض بھی ہے کہ اس میں نون غنہ کے اظہار کے لیے کوئی علامت نہیں ہے۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی گذارش یہ ہے کہ یہ اور اس کے علاوہ جو چند اور خامیاں ہیں اُن کی اصلاح بہت آسانی سے ہوسکتی ہے۔ اُس کے لیے ایک نمائندہ اجتماع ہونا چاہیے جو اس مسئلہ پر غور و خوض کرے۔ مگر اصولی طور پر یہ طے ہو جانا چاہیے کہ ہندوستانی زبان کے لیے رسم الخط اُردو ہی کو قرار دیا جائیگا۔

(۱۱) اب ہم کو طباعت کی سہولت اور آسانی پر بھی غور کرنا ہے پچھلی بحث سے یہ ثابت ہوگیا کہ رومن رسم الخط کا سوال تو درمیان میں آتا ہی نہیں ہے۔ اب ہم کو صرف اُردو اور ہندی میں مقابلہ کرنا ہے۔

اُردو ٹائپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ناقص ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس وقت تک اُردو ٹائپ کو مکمل کرنے اور اُس کے نقائص کو دور کرنے کی طرف پوری توجہ نہیں

ہوئی ہے لیکن اس سلسلہ میں حیدرآباد نے جو کوششیں کی ہیں وہ ہمارے لیے امید افزا ہیں اور اُس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اُردو ٹائپ ناگری ٹائپ کے بالمقابل زیادہ کامیاب ہوگا۔

ٹائپ کے مطبعی حروف کی کامیابی کا دارومدار اُن کے ٹکڑوں کی کمی تعداد، کمپوز کی آسانی اور کاغذ کی کفایت پر ہے۔ اُردو حروف ناگری حروف سے کم جگہ لیتے ہیں۔ ان کی نسبت ۶۳ اور ۱۰۰ کی پڑتی ہے۔ یعنی ایک عبارت جو اُردو حروف میں ۶۳ سطروں میں آئیگی اُس کے لیے ناگری حروف کی ۱۰۰ سطریں درکار ہیں۔ کمپوز کی آسانی کے لیے ٹکڑوں کا کم سے کم ہونا لازمی ہے اور پھر اس کی بھی ضرورت ہے کہ تمام ٹکڑے یکساں یعنی ایک طرح کے ہوں، ایک دوسرے پر لگائے جانے والے نہ ہوں، ورنہ غلطیوں کا احتمال زیادہ ہوگا۔ پروف ریڈر کو بڑی دقتوں کا سامنا ہوگا اور کام کی رفتار سست ہو جائیگی۔ اب اس معیار پر اُردو اور ناگری دونوں کے ٹائپوں کا موازنہ کیجیے تو صاف عیاں ہوتا ہے کہ اس اعتبار سے اُردو ٹائپ میں جتنی سہولتیں ہیں وہ ہندی ٹائپ میں نہیں ہیں۔ ناگری میں ۳۷ حروف صحیح، ۱۶ حروف علت اور ۱۶ ماترائیں ہوتی ہیں اور پھر ۲۳۰ سنجگت کے ٹکڑے یعنی حروف کی وہ شکلیں جو مختلف جوڑوں میں استعمال ہوتی ہیں یہ سب ملا کر ۲۹۹ تو حروف کے ضروری ٹکڑے ہوئے۔ پھر کمپوزیٹر کی سہولت کی غرض سے زیادہ استعمال ہونے والے مرکب ٹکڑے بھی ضروری ہیں۔ اس بنا پر اکھنڈ یعنی مرکب شکلیں کافی تعداد میں رکھی جاتی ہیں۔ اس طرح ناگری ٹائپ کا پورا سٹ تقریباً ۶۰۰ ٹکڑوں پر شامل ہوتا ہے۔ اس قدر کثیر ٹکڑوں کی وجہ سے جو دقت پیش آئیگی وہ ظاہر ہے۔ اس کے برخلاف اُردو ٹائپ کل ۱۸۰ ٹکڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہمزہ کو شامل مان کر ۳۴ حروف تہجی جن میں سے ا، د، ڈ، ذ، ر، ز، ژ، و کسی حرف سے نہیں ملتے ان کی صرف دو شکلیں ہوتی ہیں مثلاً ا، جب وہ مفرد

استعمال ہوں (۲) جب اُن سے کوئی دوسرا حرف ملے - بقیہ حروف کی شکلیں چار ہوتی ہیں، کسی حرف سے ملیں، جب اُن سے کوئی دوسرا حرف ملے، کسی لفظ کے آخر میں ہوں کسی لفظ کے بیچ میں ہوں، مفرد استعمال ہوں - ان کے علاوہ کچھ مرکب ٹکڑے سہولت کے لیے رکھ لیے جاتے ہیں - ان سب کی تعداد کل ۱۸۰ ہے - اب دیکھیے دونوں ٹائپوں میں کتنا فرق ہے -

غرض اب یہ بات ثابت ہوگئی کہ (۱) نقوش اور آوازوں کی مطابقت (۲) تعلیم کی سہولت اور آسانی (۳) طباعت کی سہولت اور آسانی - ان تینوں وجوہ و اسباب کی بنا پر اردو رسم الخط ہی اس قابل و لائق ہے کہ اُس کو ہندوستانی کا رسم الخط بنایا جائے -

پیامِ نسواں

ہندوستانی خواتین کا ایک ترقی پسند ماہوار رسالہ

جس میں ہندوستان کی مشہور خواتین اور ادیبوں کے اعلیٰ علمی و ادبی مقالے اخلاقی و معاشرتی افسانے، مزاحیہ مضامین، روح نواز نظمیں، نجوم و قیافہ کی دلچسپیاں - طبی معلومات، اور کشیدہ کاری کے خوبصورت نمونے اور گھرستی زندگی کے مسائل پر اہم بحثیں شائع ہوتی ہیں

"پیامِ نسواں" رابعہ بیگم نگار، اور شمیم آرا بیگم نجمہ کی ادارت میں ہر ماہ کی ۵ تاریخ کو پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے، کتابت خوبصورت، طباعت دلفریب کاغذ سفید چکنا - سالانہ چندہ ۲ع، نمونہ مفت

منیجر پیامِ نسواں - حلقۂ اشاعت لکھنؤ